اصل تالیف شاہ ولی اللہ

ترجمہ:- املاء مولانا عبیداللہ سندھی

اردو ترجمہ خیر کثیر

تیسرا خزانہ

انبجاس انبجاس ایک چیز کا بہنا۔ کیا اس کی حقیقت کو تو جانتا ہے؟ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جاعل سے ایک مجعول بطریق وجوب صادر ہوتا ہے، اس میں جاعل کی خصوصیت کام کرتی ہے جو اس کے اصل تحقق کا تقاضا ہوتی ہے۔ وہ ایک ہیئت ہوتی ہے جو جاعل کے ساتھ مختص رہتی ہے اسی جہت کو سمجھو کہ مجعول کی حقیقت یہ ہے اور یہی جہت مجعول کا فی نفسہ قوام ہے۔ یہی جہت تابع بناتی ہے مجعول کے تحقق کو اور اس کے تجوہر کو اس کے تقرر کو یہ استتباع بطریق وجوب ہوتا ہے۔ تفتیش سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ مجعول کا تحقق وہی ہے جو اس کا تحقق اس کے جاعل کے لئے ہے اور اس کا تجوہر یہی ہے کہ ازلاً ابداً وہ اپنے فاعل کی طرف مستند ہے اور اسی مجعول کا تقرر مبدا کے سبوغ سے پیدا ہوتا ہے پس ضروری ہے کہ مجعول اسی جہت کی ایک شرح اور اور اس جہت کے اجمال کی ایک تفصیل ہو۔

اس سے پہلے مرتبہ جہتیہ میں مجعول متمیز نہیں ہوتا اس لئے کہ اس جہت میں علو انتہا درجہ کا تھا۔ اور اس میں تسبق (سبقت) غایت تک پہنچا ہوا تھا۔

انبجاس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک تو ہے انبجاس مطلق کا مطلق سے۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسا مفہوم جو دوسرے پر صادق آتا تھا اور اس کا عنوان بنتا تھا۔ اپنے سر سے جدا ہو گیا تصادق اور عنوانیت کی مثال جیسے متعجب ناطق۔ اگرچہ یہاں اتحاد عرضی ہے جس کی کیفیت

تم خزانہ ثانیہ میں پڑھ چکے ہو۔

(۲) اور دوسری قسم اس کی مطلق سے ایک متعین مقید کا انبجاس اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ انبجاس اطلاقی ختم ہو جاتا ہے ایسی حد پر جس کے بعد سوا اس کے اور کوئی تقاضا نہیں کرتا کہ جن مفہومات کی جہات اس میں متضمن نہیں ان کو علیحدہ وجود دیدے جس میں نہ تو تصادق رہے اور نہ عنوانیت جیسے حیوان مطلق جو نفس الحیوان کا نام ہے (قالی)[1] اسکی نسبت حیوان بشرط الشی اور حیوان بشرط لا سے (یہ دونوں بشرط شی اور بشرط لا مطلق سے نکلے ہیں اب نہ تو مطلق پر صادق آتے ہیں اور نہ اسکے عنوان ہیں بلکہ مطلق کا اطلاق یہاں ختم ہو گیا ہے)

عرش اور ربانی

ہم چاہتے ہیں کہ تجھے اس باب میں ایک نئی چیز سمجھائیں تو یقین کے کان متوجہ کرکے سنتا رہو۔ جب اللہ سبحانہ نے ارادہ کیا کہ خلق پیدا کرے تو سب سے پہلے تجرد محض اور عین اطلاق سے ایک چیز کا افاضہ کیا۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک جسم بنایا جو جسمیت میں تام ہے، جہات کو تحدید کرنے والا ہے۔ خرق التیام کی قابلیت نہیں رکھتا اور یہی عرش عظیم ہے وہ اگرچہ جسمانی ہے مگر ساتھ ہی روحانی بھی ہے۔ اس کو پورا قرب حاصل ہے، وہ عام تدبیر کا منبع ہے اس کی روح نمامیت رکھتی ہے، کلی ہے اس لئے وہ استحقاق رکھتا ہے کہ کہا جائے۔

"استوی علیہ سبحانہ"

اور اللہ نے افاضہ کیا محض عین الاطلاق اور تجرد سے دوسرا جسم جو نمامیت نہیں رکھتا اس کی جہات کی تحدید ہو چکی ہے۔ وہ خرق التیام کے لئے پوری قابلیت رکھتا ہے۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز کے قابل ہے جو اس کو عارض ہو جائے اور کوئی

---

[1] اصل متن عربی میں حیوان بشرط شئی اور حیوان بشرط لا کی نسبت حیوان مطلق سے دی گئی ہے۔ ترجمہ میں مطلب کو سمجھانے کے لئے تقدیم و تاخیر سے کام لیا گیا ہے۔

قاسمی غفرلہ

صورت فرض کی جائے تو اس کا وہ انکار نہیں کرتا اس کا نام "الماء" پانی ہے۔ یہ جسمانی محض ہے نہ اس کے لئے قرب حاصل ہے، نہ روح ہے نہ تدبیر ہے، نہ اس پر استیلاء رحمٰن ہے اس کو "الماء" سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ عناصر میں سے پانی سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ اخلاق میں اور قابلیت میں جیسے کہ عرش کو یہ نام دیا گیا ہے۔ استیلاء کے سبب سے اور محدود ہونے کے سبب سے اور جسم تام ہونے کے سبب سے یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے حکیم کے ذوق کا تقاضا ہے، تحقیق حقائق میں اس طرح ماننا ضروری ہے اور جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ اس راز کی حقیقت کو نہیں جانتے۔

آیات اور احادیث اس باب میں بہت سی آچکی ہیں۔ اللہ سبحانہ اپنی محکم کتاب میں فرماتا ہے۔

هو الذی خلق السموٰات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملاً [1]

(وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں اور تھا عرش اس کا پانی پر تاکہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں اچھا کرتا ہے کام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل فرمائی ہے جیسے بخاری نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ کان اللہ ولم یکن قبلہ شئ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموٰات والارض وکتب فی الذکر کل شئ۔ اور ایک روایت میں آیا ہے۔ وخلق من الماء السموٰات والارض (یعنی الماء سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔) جو کچھ ہم نے لکھا ہے انبیاء اور حکما کے ذوق کا تقاضا ہے۔

لیکن وہ فلاسفہ جو بے کار چیزوں میں وقت ضائع کرتے ہیں ان کی طرف جب ہم نظر دوڑاتے ہیں تو ہم ان کی باتوں کی یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ عرش ایک

---

[1] سورت هود آیت ۷

موجود چیز ہے: اس کا ہیولیٰ اس کی صورت پر قائم ہے اور اس کی صورت اس کے ہیولیٰ پر قائم ہے اور الماء ایک جسم مرکب ہے ہیولیٰ اور صورت عامہ سے، یہ صورت ہر اس صورت کو قبول کر لیتی ہے جو اس پر آتی ہے جیسا کہ ہیولیٰ ثانیہ اور صورت نباتیہ میں وہ خود کہتے ہیں۔

زمان اور مکان

ساری جسمانیت کو ایک جوہر ممتد بذاتہ نے گھیر رکھا ہے اس کو "زمان" کہتے ہیں اور اسی طرح ایک جوہر متسع بذاتہ نے گھیر رکھا ہے اور اس کو "مکان" کہتے ہیں یہ دونوں امر تمام جسمانیات میں مشترک ہیں، دونوں جسمانیات میں حلول کئے ہوئے ہیں تو زمان کا تحقق ہو یا مکان کا تحقق ان کے تحقق سے وہی تحقق مراد ہے جو جسمیت میں ان کو حاصل ہے اور اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں عرض ہیں لیکن حکماء کا فدوقی ان کو انکار کرتا ہے۔ اور زمانہ چونکہ اس کے امتداد کا تصوّر مالوف نہیں تھا۔ اس لئے اس کے تصور میں ان کو دقت پیدا ہوئی۔

تم یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ اگر یہ تعلق نہ ہوتا تو ہیولیٰ اطلاق صرف کی طرف چلا جاتا کہ وہ اسمارِ الٰہی میں سے ہے اور صورت اس اسم کی طرف چلی جاتی جس کی یہ تمثال تھی تو اپنی حکمت کاملہ سے ایک کو دوسرے کے ساتھ معلق کر رکھا ہے اس لئے عالم کے لئے تثبت پیدا ہو گیا ہے۔

یہ عالم سارے کا سارا حادث ہے، الزمان اور اس کے ساتھی حادث ہیں۔ حدوث تقیدی کے ساتھ، نہ حدوث زمانی کے ساتھ، زمانہ اور اس کے معاصروں کے سواء حادث ہے دونوں حدوثوں کے ساتھ جس نے کوشش کی ہے کہ زمان اور اس کے ساتھیوں کے لئے حدوث زمانی ثابت کر دے وہ غلطی کا مرتکب ہوا ہے، کوئی آیت یا حدیث اس پر دلیل نہیں پائے گا۔

افلاک وعناصر

اس کے بعد یاد رکھو کہ اسمار الہیہ میں ان کی ہر ایک خصوصیت عالم امکان میں ایک خاص صورت کو مستلزم ہوتی ہے اس خاص صورت میں اور اسم کی خصوصیت میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے۔ اللہ کے ہاں (اس کو اور لوگ نہیں جان سکتے) جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ تو اس طریقہ سے افلاک اور عناصر کی صورتیں اسماء الہی سے صادر ہوئیں اور پھر عالم جزئی میں ہر ہر عنصر اور ہر ہر فلک کی صورتیں پیدا ہو گئیں۔

معدن

المعدن وہ ایک امر جسمانی خاص ہے، اس کے لئے ایک ضعیف روح ہے اس روح کا کام اس کی صورت اور طبیعت کی حفاظت ہے۔ فرق یہ ہے کہ افلاک کے معدن عناصر کے معدن سے اتم ہیں (یعنی ان میں نقصان بہت کم ہے) عام لوگ معدن کے لفظ کو زمین کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں اور حکمار اس لفظ کو عام استعمال کرتے ہیں ان کا ذوق "الماء" کے (تمام قسموں) میں معدن کا وجود مانتا ہے۔

نبات

البنات وہ جسمانی چیز ہے جس کے لئے ایک روح ہے، اس کا کام غذا دینا بڑھانا اور حفاظت کرنا ہے۔ معدن اور نبات کی دونوں قسمیں کبھی حیوان یا ناطق کا لباس پہن لیتی ہیں مگر یہ بیرونی اثر سے ہوتا ہے۔ لیکن یہاں جو بات کہی جا رہی ہے یہ طبعی تقاضوں کا بیان ہے۔

حیوان

"الحیوان" وہ ایک جسم ہے جس کے لئے ایک روح ہے اس روح کا کام شعور ہے جس کی چار قسمیں ہیں۔

احساس۔ تخیل۔ توہم۔ ادراک، اور اس کا کام رضا، غضب وغیرہ ہے

ناطق

الناطق وہ ایک جسم ہے جس کے لئے روح ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ باتوں کو (کلی طور پر) سمجھے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسماء الہیہ میں سے جو عالم کے اصول ہیں ان کے ساتھ علمی یا عملی انفصال پیدا کرے۔ اس ناطق کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ہے وہ ناطق جس پر زمین کی مقدار غالب ہو اور رطوبت، یبوست، حرارت، برودت یہ چار کیفیتیں اس میں معتدل طور پر موجود ہوں۔ اس اعتدال کا حقیقی ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ اعتدال جو عام طور پر سمجھا جائے اس ناطق کا نام انسان ہے اور دوسری قسم ناطق کی وہ ہے کہ جس میں ہوائی مقدار غالب ہو، اسکی چاروں کیفیتیں حقیقی طور پر معتدل ہوں اس کا نام ملک سفلی ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ وہ ملائکہ علویہ کی تماثیل ہیں اور ان کو کاموں پر موکل کیا جاتا ہے وہ انسان کی نسبت زیادہ عفیف ہوتے ہیں ان کی نفسانی قوت بڑی غالب ہوتی ہے۔

تیسری قسم ناطق کی وہ ہے جس میں پانی کی مقدار غالب ہے اور اسکی چاروں کیفیتیں معتدل ہوں اس کو "انسان مائی" (پانی کا انسان) کہا جاتا ہے، اس کا کہیں ذکر نہیں آیا مگر ذوق قصہ گو اس کو بیان کرتا ہے۔

چوتھی قسم ناطق کی وہ ہے جس میں مادیت کا غلبہ ہو اور چاروں کیفیتیں برابر ہوں، اس کو جن کہتے ہیں۔ نسمے میں تاثیر کرنا ان کو بہت آسان ہے انسان بھی یہ کام کر سکتا ہے مگر بڑی محنت کے بعد۔

ملائکہ اور ان کے اقسام

پانچویں قسم ناطق کی وہ ہے جو افلاک سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو ملک علوی کہتے ہیں۔ ملائکہ اسماء الہیہ کی تماثیل ہوتے ہیں ان کے نفوس انسان کے نفوس سے زیادہ اتم ہیں۔ ان کے اخلاط انسان کے اخلاط سے زیادہ لطیف ہیں پس ضروری ہے کہ وہ سارے کے سارے وحی ہوتے ہیں وہ سارے کے سارے علم ہوتے ہیں، وہ اپنے اصول کے ساتھ پوری اقتدا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت کلی ہوتی ہے۔ ان کا سارا کام کلی ہوتا ہے، ان کی تاثیر موطن طبیعت میں

ہو یا موطن علمیت میں کلی ہوتی ہے۔ ملائکہ میں سے دوسری قسم جزئی ہیں۔ وہ موکل بنائے جاتے ہیں پہاڑوں پر، سحاب پر اور ہر ہر چیز پر۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کی حقائق دیعیع ہیں حضرت الذات کے قریب ہیں تو ملائکہ علویہ کے بعد خلق کی تدبیر ان کی طرف تفویض کی گئی ہے جو ان کے صدور (سینوں) سے طلوع کرتے ہیں۔ حکیم کا ذوق ان سب ملائکہ کو انسان پر مطلقاً ترجیح دیتا ہے۔ ہاں کسی جزئی سبب سے انسان کو بھی ان پر فضیلت ہو تو اس کا انکار نہیں۔

ملائکہ میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن میں اسم مطلق نے تجلی نہیں کی۔ ان کی نسبت انبیاء علیہم السلام یقیناً افضل ہیں۔ اور وہ ملائکہ جن میں اسم مطلق نے تجلی کی ہے ان پر انبیاء کو فضیلت دینا اگر جزئی ہی ہو ایک شعری بات بن جاتی ہے اس کو خوب سوچو!

ملائکہ کا آدم کو سجدہ کرنا ہمارے نزدیک اس کا مصداق وہ عنصری فرشتے تھے جن میں سے ایک ابلیس بھی تھا ان میں فلکی ملائکہ نہیں تھے اور اس سے یہ عقدہ حل ہوتا ہے اس آیت میں کہ وکان من الجن ففسق عن امر ربہ" ہم اس استثناء کو جو ابلیس کے لئے استعمال کیا گیا ہے متصل مانتے ہیں اس پر خوب غور کرو!

لوح وقلم

القلم سے مراد ایک جوہر مجرد ہے یا وہ مجرد کی طرح اللہ کے علم فعلی کی ایک تمثال ہے اللوح علم انفعالی کی ایک تمثال ہے القلم تمام ممکنات کو جامع ہے لوح کی طرح اور شرعی زبان میں اس کو کتاب سے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ فعلیت اور انفعالیت کے حقوق ظاہر ہوں[1]

---

[1] "تاکہ" سے لے کر آخر تک ترجمہ عربی متن کی عبارت سے مختلف ہے اور مضمون کے لحاظ سے ترجمہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ۱ قاسمی غفرلہ

قلم کی جزئیات میں سے ہیں عالم تخلیط ہیں (عالم تخلیط سے مراد وہ ہے جو عالم قدس اور عالم اجسام کے درمیان واقع ہے دونوں کو جمع کرتا ہے) ایک قوم ہے جن کو "کتبہ اور حفظہ" کہا جاتا ہے اور اللوح کی جزئیات میں سے ایسے امور ہیں جن کو الواح کہا جاتا ہے لوح کی صفت یہ ہے کہ اس میں ہر اسم اسمار الٰہیہ میں سے ایک علیحدہ آیت بن جاتا ہے اس میں اسکی صورت لکھی ہوئی ہے اور قابل اور فاعل کے حساب سے اس کی جس قدر جہات متعددہ ہوتی ہیں وہ اس میں ظاہر کردی جاتی ہیں صورت ایک ہوتی ہے اور جہات متعددہ اور وہ لوح جمیع کائنات کو جامع ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ان جہات میں سے کوئی امر کسی آدمی پر مخفی ہو جائے۔

صحف اعمال

الصحف کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں ہر وہ قول یا فعل جو انسان سے صادر ہو اس کے مقابل ایک صورت محفوظ کردی جاتی ہے جس میں اس کی وہ جہات جو موطن آخرت میں ظاہر ہونگی ظاہر کردی جاتی ہیں الواح کا علم فقط حکیم اور انبیاء کا ذوق ہے دوسرے اولیاء اللہ کو اس میں سے حصہ نہیں ملتا۔

یہ یاد رکھو کہ جیسے بچے کا بدن والدین کے بدنوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں بار بار آچکا ہے اور ابن مسعود اور ابن سلام کی روایتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل کی ہے اسی طرح سمجھو کہ بچے کی روح والدین کی روح سے پیدا ہوتی ہے جس طرح جسمانی مولدہ قوت کام کرتی ہے اسی طرح روحانی مولدہ کے کام کو سمجھو اور جس طرح جسمانی مصورہ قوت کام کرتی ہے اسی طرح قدسی مصورہ کے کام کو سمجھو۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ روحانی مصورہ اور مولدہ کا کام قیاس کے مطابق نہیں نکلتا وہاں کوئی روحانی مرض یا قدسی مانع اسی تخلف کا باعث ہوتا ہے۔

بچے کی روح میں وہی کچھ ہوتا ہے جو والدین کی روح میں مجمل طور پر چھپا ہوا تھا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نفس رحمانی تو اپنی صفت پر قائم رہتا ہے لیکن اس کی

نوعیت ایک بات سے دوسری بات کی طرف منقلب ہو جاتی ہے اس کی مثال ایک یہ ہے کہ والدین غصہ اور جرأت میں طاقتور آدمی تھے تو بچے میں طاقت تو قائم رہی لیکن وہ حکمت اور معرفت کا نمونہ بن گیا والدین کے غصّے اور جرأت کے مقابلے میں اس میں حکمت اور معرفت آگئی۔

دوسری مثال :- والدین خیالی یا زبانی بے حیائی تک اتر آتے تھے، ان میں فعلی طور بے حیائی نہ تھی) بچہ فعلی طور پر بھی بے حیا بن گیا۔ یعنی بے حیائی تو رہی لیکن نوعیت بدل گئی۔

وسیع الحوصلہ انسان کا بچہ وسیع الحوصلہ ہوتا ہے اگر ماں باپ کی روحانیت میں پختگی یا لطافت ہے تو بچہ بھی ویسا ہی ہوگا۔ اگر کوئی حکیم یہ چاہتا ہے کہ اس کا بچہ الحی القیوم کی تماثیل میں سے ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس اسم کے تماثیل میں سے قانون حکمت کے مطابق بنائے، اس کے بعد بچہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ کو منظور ہے تو بچہ اس اسم کی تماثیل میں سے بنے گا۔

یہ جان لو کہ ایک صورت جوہریہ بہت سی عرضی صورتوں کو بغل میں لئے رہتی ہے، اس بارے میں ہمارے تحقیق یہ ہے کہ جسم میں جو صورت حلول کرتی ہے اسے الابیض کہنا چاہیئے۔ البیاض نہیں ہے، جیسے کہ بہت سے لوگ توہم کرتے ہیں اور الابیض تحقق کے ایک خاص قسم سے مخصوص ہے، اور اسی خاص قسم کا تحقق ہی وہ بات ہے جس کے سبب سے وہ جواہر اور انتزاعیات سے ممتاز ہوا۔

کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب ایک چیز کو جسم کہا جاتا ہے تو جسمیت ایک خاص امر ہے جو اس شخص کے ساتھ اختلاط پیدا کر لیتا ہے۔ جس کے سبب سے اس کو جسم کہنا صحیح بنتا ہے۔ تو ہم یہ جانتے ہیں کہ "البیاض" بھی اسی طرح ایک چیز کے ساتھ مخلوط ہو گیا۔ فرق یہ ہے کہ وہ جوہریات سے وجود کے ایک خاص قسم پر متحقق ہونے سے ممتاز ہوتا ہے۔

کواکب :- ہمارا مذہب فلکیات میں یہ ہے کہ وہ بھی عنصریات ہیں

اور سورج، چاند اور تمام سیارے ان عنصروں میں تیرتے رہتے ہیں۔ اس حساب کے مطابق جس کو اللہ نے ان کی طبیعتوں کے حسب حال مقرر کر دیا ہے اور یہ چاند، سورج روح بھی رکھتے ہیں اور علم بھی۔ سورج عرش کے نیچے ایک ایسی طرح کا سجدہ کرتا ہے جو اس کی شان کے مطابق ہے۔

اور ہمارا مذہب معدنیات، جویات، نباتات، اور حیوانات کے متعلق یہ ہے کہ جو کچھ ان حکمار نے ان کے تفاصیل میں لکھا ہے یہ لوگ عموماً بے کار چیزوں میں بحث کرتے رہتے ہیں اور طبائع کے نظام کے حساب سے ان کی باتیں عموماً درست ہیں اور اسمار منعکسہ کے حساب سے ان کے اسباب اور ہیں جن کی تفصیل مشکل ہے۔

عقول واعیان

عقول جس کے یہ حکمار قائل ہیں ہمارے نزدیک باطل ہیں۔ اور اعیان ثابتہ ارادے سے پیدا ہونے والے اسمار خاصہ کے عکوس ہیں۔ ہر عین کا حکم یہ ہے کہ وہ مظاہر متعددہ میں ظاہر ہو سکتا ہے اور اسے ہر ہر مظہر میں علیحدہ علیحدہ احکام لاحق ہوتے ہیں کبھی وہ جوہر ہوتا ہے اور کبھی عرض بن جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ عالم متعددہ ہیں اور وسیع ہیں مگر باوجود اس کے ایک دوسرے کے متحاذی واقع ہوئے ہیں اور جو انواع ہیں یہ اعیان کی خصوصیت کا نام ہے۔ اور عیان ظاہرہ ان انواع کو مشخص کرتے ہیں اور افراد بنا دیتے ہیں۔

حکیم کی رائے میں تمثلات کی تین قسموں پر تقسیم کرنا چاہیئے۔

پہلی قسم وہ خصوصیت جو ہریہ میں تمثل ہے۔ ان کی ایک قسم کا نام انطباقیات ہے اور وہ ان نفوس اور اجسام کو کہا جاتا ہے جو وحدت حقیقیہ سے ایک بن گئے ہوں، جیسے انسان کے افراد زید و عمرو بکر، خالد اور ایک قسم ان خصوصیات جوہریہ کی اندراجیات ہیں جیسے اعضار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے ایک اپنے

بھائی سے لڑائی کرے تو تو اس کے چہرہ پر نہ مارے کیوں کہ اللہ نے آدم کے چہرے کو اپنی صورت پر بنایا ہے[1] تو انسان میں جو بصر دیکھی جاتی ہے وہ "البصیر" کی تمثال ہے اور انسان کا جو ہاتھ دیکھا جاتا ہے یہ الصانع (اور القابض) کی تمثال ہے۔ تمثلات کی دوسری قسم وہ خصوصیت عرضیہ میں تمثل ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو انطباقیات جیسے رنج، تشکل، شجاعت، سخاوت کسی ایک عضو واحد سے مخصوص نہیں ہے ان کا ظرہان کل من حیث الکل پر ہوتا ہے اور دوسری اندراجیات ہے جیسے حلق میں صوت، باصرہ میں بصر اور سامعہ میں سمع۔ تماثیل کی تیسری قسم وہ عالم وجود ذہنی میں تمثل ہے حزب حکمت کے عندیہ میں یہ عالم ذہن کے سوا، ایک علیحدہ چیز ہے اس میں بھی دونوں قسمیں ہیں:۔ ۱۔ انطباقیات جیسے یقین کر لینا اور (۲) اندراجیات جو احکام خاصہ میں خاص خاص تصدیقات حاصل ہوتے ہیں۔

بحث:۔ احکام العین میں ہمارے نزدیک بحث اس کی عینیت سے ہوتی ہے وہ کبھی تو جمالی ہوتی ہے جمالیات کے افاضے تو فی اہلہ ومالہ وولدہ واصحابہ تقاضا کرتے ہیں اور کبھی جلالی ہوتے ہیں جو جلالیت کا افاضہ چاہتے ہیں (اور اس سے برکت اور شومی ہوتی ہے۔[2]

تعری سے ملتا جلتا تمثل وہ نفس انسانی ہے اور ایسا ہی نفس حیوانی، نباتی اور معدنی ہیں مواطن وحی میں نفس انسانی کا ذکر نہیں ہوتا، اس لئے کہ انبیاء اور حکماء کے نزدیک یہ بہت سے تمثلات کی صور جامع کا نام ہے اور بالاستقلال اس سے کوئی شرعی حکم تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نفس انسانی عالم حدوث میں اعیان کا خلیفہ ہے تو اس سے اسی طرح خاموشی ہوتی گئی جیسا خود اعیان سے

---

[1] اصل مسودہ میں صرف متن حدیث عربی میں موجود ہے ترجمہ نہیں دیا گیا۔

[2] اصل میں یہ عبارت نہیں ہے لیکن عربی متن میں موجود ہے۔

خاموشی اختیار کی گئی ہے اور اس لئے بھی کہ یہ قدر (تقدیر) کا راز ہے۔

عالم مثال

عالم اعیان کے بعد عالم مثال ہے۔ ہمارے ہاں یہ لفظ (مثال) تین معنوں میں اطلاق کیا جاتا ہے ایک المثال المقید اور وہ اس صورت کو کہتے ہیں جو وہم میں منطبع ہو یا خیال میں یا ادراک میں یہ موطن علیہ کی ایک نشأۃ جزئیہ ہے اس میں صور الاسمار (اسمار کی صورتیں) منطبع ہوتی ہیں۔

دوسرا المثال المطلق وہ اجسام کی طرح ایک چیز ہے جو پانی اور ہوا میں منطبع ہوتی ہے۔ وہ ایک امر حق ہے، اسمار کا نتیجہ ہے، جسم سے لطیف ہے اس کے لئے ایک صورت ہے ہلکی سی۔ (۳) المثال المتحقق وہ ایک امر جسمانی ہے خارج میں ایسے طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پختہ ہو، راسخ ہو، اور اس کو جسم اخروی سمجھنا چاہیئے۔ یہ جسم اخروی دنیاوی جسم سے دو چیزوں میں ممتاز ہے۔

۱۔ سبوغ اس میں پورا ہے لیکن اندر جتنے معانی چھپے ہوئے ہیں ان کا تجسد زیادہ ہوتا ہے۔

۲۔ اس عالم دنیاوی میں انسان پر دو قسم کے احکام صادق آتے ہیں۔ ایک قسم تو روح پر صادق آتی ہے اور بدن میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے جیسے ادراکات عقلیہ خالص اور دوسری قسم ایسی ہے جو بدن کے ساتھ خاص ہے اور روح کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں جیسے قیام، قعود، تحیز۔ ان دونوں قسموں میں فرق یہ ہے کہ پہلی قسم سے بدن کو کبھی موصوف نہیں بنایا جاتا نہ عام لوگوں کے نزدیک اور نہ خواص کے نزدیک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بدنی یعقل (یعنی میرا بدن ادراک کرتا ہے) اور میرا جسم ادراک کرتا ہے بلکہ کہا جائیگا کہ نفسی تعقل وقلبی یعقل۔ دوسری قسم ایسی ہے جس سے انسانی روح بھی موصوف ہو سکتا ہے عوام کے نزدیک بھی اور خواص کے نزدیک بھی، چنانچہ کہا جاتا ہے۔ انا قائم ہمجتی قائمۃ ونسمتی قائمۃ (یعنی میں قائم ہوں میرا نسمہ اور روح قائم ہے) بدن بھی موصوف ہو سکتا ہے عوام کے نزدیک بھی اور خواص کے نزدیک بھی جیسا کہ کہا

جاتا ہے کہ بدنی قائم و جسمی قائم۔

اور اسی عالم اخروی میں دونوں قسم کے احکام برابر ہیں۔ جسم اور روح دونوں کو دونوں قسموں کے احکام سے موصوف بنایا جاتا ہے تو وہاں یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ بدنی یعقل جیسا کہ صحیح ہے کہ قلبی یعقل۔

بعض صوفیہ اس عالم کو عالم مثال اس لئے کہتے ہیں کہ فلاسفہ نے جس کو "مینو" کہا ہے اس کا مقابلہ کریں۔ یہ "مینو" کا لفظ مینا سے مشتق ہے اس کا لفظی ترجمہ ہے "صورت مرئیہ" اور اگر ان کی مراد بھی یہی دو فرق تھے جو ہم نے بیان کئے، تو بہت اچھی بات ہے، موافقت ہو گئی ورنہ وہ سیدھا راستہ بھول گئے

ہم یہ نہیں کہتے کہ مثال اوسط کی قسم کی چیزیں ہر جسم میں ہونا ضروری ہیں جیسا کہ بعض کے کلام سے سمجھا جاتا ہے۔ مجرد ہونے سے بعید تر تمثل وہ جسم حقیقی ہے اور اس سے بعید عناصر ہیں اور اس سے بعید افلاک، اس سے بعید معدنیات پھر نباتات پھر حیوانات پھر انسان۔

یاد رکھو کہ حزب الحکمۃ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ جیسے خارج میں ایک ایسا عالم ہے جس کو فقط آنکھ دیکھ سکتی ہے اور وہ روشنی ہے، رنگ ہیں، اشکال ہیں اور دوسرا عالم ہے جس کو فقط کان ادراک کر سکتے ہیں اور وہ آواز ہے اور اسی طرح ایک ایسا عالم ہے جس کو فقط لمس ادراک کر سکتا ہے اور ایک ایسا ہے جس کو فقط شم ادراک کرتا ہے۔ ایک ایسا ہے جس کو فقط ذوق ادراک کرتا ہے اسی طرح یہاں ایک ایسا عالم بھی ہے جس کو حس مشترک ادراک کرتی ہے۔ اور ایک ایسا عالم ہے جس کو فقط وہم ادراک کرتا ہے اور ایک ایسا عالم ہے جس کو فقط ادراک ادراک کرتا ہے۔ پچھلے تین عالم بدن ہوائی کی خصوصیات میں سے ہیں جس کا بیان آگے آجائے گا۔

حزب الحکمۃ نے جب یہ سمجھ لیا کہ نفس مجرد کے سوا ایک دوسری روح بھی ہے۔ جو بدن کے اخلاط سے پیدا ہوتی ہے اور یہ نفس مجرد کے منہ

بر حجاب ہے پردہ ہے اور اس کو ڈھانپنے والا پورا لباس ہے (تو ضروری ہوا کہ) وہ علم اور عمل کے دونوں پہلو لئے ہوئی ہے تو ان کا فیصلہ یہ ہے کہ روح محسوسات کی طرح خارج میں موجود ہے یعنی "نسمہ"۔

وہ موجودات جن کو حس مشترک ہی ادراک کرتی ہے ان میں سے ایک جن ہے اور یہ عالم اذہان پر مشتبہ ہو جاتا ہے، ان کی حس مشترک اس میں غلطی کرتی ہے اور جیسی آنکھوں دیکھی صورتیں اس کے پاس خزانہ میں موجود ہیں، محفوظ ہیں ان کے ساتھ اس صورت کو مخلوط کر دیتی ہیں جن لوگوں کی حس مشترک بھی قوی ہے وہ جن کو اصلی شکلوں میں دیکھتے ہیں اور اس میں کوئی خبط اور خلط نہیں ہوتا۔ اس عالم کا ایک حصہ ہے وضوء اور غسل کا نور اور حدث اور جنابت کی ظلمت اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ نزول شرع سے پہلے ہی وضو اور غسل کے لئے ایک نور تھا شرع کے نازل ہونے سے وہ قوی ہو گیا اور اسی طرح حدث اور جنابت کے لئے قبل نزول شرع، ظلمت موجود تھی یہ ایک ایسا عالم ہے جس کا بیان آگے آجائے گا۔ اس لئے اس زمانہ کے حکماء، وضوء اور غسل کرتے تھے اور حدث اور جنابت سے ان کی طبیعتیں منقبض ہوتی تھیں ان کی طبیعتوں کی پاکیزگی کی تقاضا سے۔ (یعنی شرعی حکم تو اس وقت تھا نہیں اگر حکماء اس میں نور اور ظلمت ادراک نہ کرتے تو وہ از خود اس کے پابند نہ ہوتے۔

وہ موجودات جن کو فقط وہم دریافت کرتا ہے وہ عرض وجدانی چیزیں ہیں۔ جیسے بھوک، غصہ، محبت اور ابرار کے طرق یہ سب انکے نزدیک نسبت کہلاتے ہیں اور اس کی یہ ایک مثال دیکھو گے۔ جب ایک ذکی الحس انسان ایک غمزدہ پریشان حال کے پاس بیٹھتا ہے تو اس کا رنج اور غم اس میں مؤثر ہوتا ہے، اس طریقے سے دو امر ثابت ہوئے ایک تو یہ کہ یہ رنج فقط قوت عاقلہ پر پیش نہیں ہوتا بلکہ عاملہ اور عاقلہ دونوں پر پیش ہوتا ہے اس لئے مغموم شخص کی شہوت ساقط ہو جاتی ہے رنگ زرد ہو جاتا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ یہ عرض ایک امر موجود ہے اس کو فقط وہم ادراک کرتا ہے تو ثابت ہوگیا کہ یہاں ایک عالم بھی ہے جسے وہم ہی ادراک کرسکتا ہے اور یہ بات عام لوگوں کے ادراک کے مناسب ہے، حکماء تو اس میں صلوٰۃ وصوم کے نور بھی دیکھتے ہیں اور بعض اوقات حکم، عبادات کے انوار اور تلاوت کے انوار میں فرق کرسکتا ہے، دیکھنا ہے کہ صلوٰۃ کا نور اور ہے اور صوم کا نور اور ہے (اگرچہ تالی بیک وقت صائم اور قائم بھی ہو)

وہ موجودات جن کو فقط ادراک ہی جان سکتا ہے (یعنی قوت مدرکہ)

اس عالم کے چیزوں میں سے ایک چیز ہے ہیولیٰ اور دوسری ہے الصورۃ العامتہ (جسمیہ) اور تیسری زمان اور چوتھی مکان تو یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو قوت مدرکہ ہی ادراک کرتی ہے عام عادت کے مطابق بلکہ اگر تو چاہے کہ تحقیق کو صحیح طرح پر سمجھ لے تو یاد رکھو کہ ہذا الشخص کا ادراک قوت مدرکہ ہی کرتی ہے اور اسی طرح صورت انسانیہ کا اور صورت حیوانیہ کا ادراک قوت مدرکہ کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔ آنکھیں تو روشنی اور رنگ دیکھتی ہیں یعنی شخصیت اور انسانیت کو تو آنکھیں نہیں دیکھتیں۔

اور یہ بات بھی جان لے کہ اسم حادث مجرد کے حساب سے جب کہ شریعت کا تحقق اور تقرر انتہا تک پہنچ گیا تو اسے بھی اس عالم میں ایک عرضی وجود تشرع کی حیثیت سے ثابت ہوگیا اور یہ اس تحقق نچتہ کا جو شروع میں اس کو حاصل ہے اس کے مقابلہ کا ایک اصلی تحقق ہے پھر اس سے تحقق وہی پیدا ہوا اور پھر اس کے بعد تحقق حسّی۔

کون و فساد کے اسباب

کون و فساد کے اسباب مطلقہ دو سببوں میں منحصر ہیں ایک اسماء کی صورتوں کا انعکاس، تو پہلے جان چکا ہے کہ ہر ایک موطن میں جو اعیان ثابتہ سے یہ نکلتے ہیں اور ہر ہر اسم کی ایک صورت مختلفہ ہے جو دوسرے موطن میں

نہیں پائی جاتی۔

دوسرا سبب اس موطن کی خصوصیت ہے۔ یہ بھی تم پہلے جان چکے ہو کہ ہر موطن میں ایک امر موجود ہے جو ایسے خواص کے ساتھ مختص ہے جو دوسرے موطن میں نہیں پائے جاتے جیسے جوہر اور عرض بلکہ ہر ایک نوع اس لئے انواع کو اپنے لوازم اور خصوصیات کے حساب سے مختلف تشخصات لگتے ہیں اور ہر اسم کے حساب سے وہ متشخص ہوتے ہیں۔ جزئیات اپنے تشخصات سے اس طرح پھیلتے ہیں۔

حوادث یومیہ حوادث یومیہ کے سبب کے امور ہیں ان میں سے ایک اسی قسم کی استعدادوں کی ظہور ہے جو نوع میں مستور تھیں۔ مثلاً آگ میں احراق ودیعت کیا گیا ہے تو ضروری طور پہ ہر چیز کو جو اسے مس کرے گی جلائیگی اس قسم کو قوی طبعیہ کہا جاتا ہے۔

اور ان اسباب میں سے ایک سبب اسم متمثل کے خواص ہیں۔ مثلاً اسم "الحی" کا ظہور یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کے مظہر میں ایک قسم کی "حیات" ہو جیسے کہ اس کے لئے نوعی خصوصیت ہونا ضروری ہے اور اسم "الولی" کا ظہور یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کا مظہر مقدس مجلس سے محبوب ہو اس میں شمائل اور فضائل کی خوبی ضروری نہیں اب اگر یہ آدمی لوگوں کی عداوت میں مبتلا ہو جائے تو ضروری ہوگا کہ وہ لوگ قلب کے ایک گوشے میں تو اس کو دوست رکھیں گے اور دوسرے گوشے میں اس سے عداوت کریں گے یہ دوستی اس اسم کا تقاضا ہے۔ ان اسباب میں سے ایک سبب کسی ذی ارادہ چیز یا کسی غیر ذی ارادہ چیز کی ایک ناقص حرکت دینا۔ یہ ذی الارادہ چیز نفس مجرد یا ہو یا غیر مجرد ہو اگر یہ ذی ارادہ چیز نسمہ ہے اور یہ نسمہ اس نفس کا نام ہے جو لباس ادراک سے تلبس کر چکا ہے تو اس کو "ہمت" کہتے ہیں اور اگر وہ نفس ناطقہ سے صادر ہوا اس حیثیت سے کہ وہ اخلاق الٰہی سے متخلق ہے تو اسے خرق عادت کہتے ہیں۔ ان اسباب میں سے ایک سبب اس صورت کا تمثل ہے جو صحیفوں میں درج ہو چکی ہے مثلاً دعا ایک اچھا یا برا عمل اس کے ساتھ جس نوع میں تمثل کیا ہے اس کی رعایت ضروری ہے اور رعایت ایسی ہوگی

جیسے معدات سابقہ کی ہوتی ہے اور اس رعایت میں اس آدمی کے سبوغ اور عدم سبوغ کا بھی لحاظ ہوگا تو اس تمثل میں بہت سی چیزوں کی آمیزش ہے جیسے کہ رؤیا میں آمیزش ہوتی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا اگر سبا کی بستی سد کے کنارے پر نہ ہوتی تو غرق سے معذب نہ ہوتے بلکہ کسی اور قسم کا عذاب آتا، اسی طرح لوط اور شعیب علیہما السلام کی قوم اور دوسری قومیں ایک خاص عذاب سے مختص ہوئیں۔ اس لئے کہ ان کے لئے وہاں سامان موجود تھے۔

اگر تو اس راز کی پوری حقیقت سمجھنا چاہتا ہے تو یہ جان لو! اس عالم کے لئے ایک دوسرے عالم کی ضرورت ہے جو ظرف کا کام دے وہ لوگوں کے اعمال کے لئے محافظ ہو یہ ظرف یا تو مجرد ہونا چاہیئے یا مجرد کے قریب تو اس ظرف میں ایک حصہ وہ ہے کہ ایک ایک آدمی کے اعمال کا محافظ ہے اور ان کو "الصحف" کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ وہ ایک قوم کے اعمال کی محافظ ظرف ہو یا ایک اقلیم کے اعمال کی اور تیسری وہ چیز ہے جو کہ تمام لوگوں کے اعمال کی محافظ ہے تو پہلی قسم ہی سے ہیں۔ المفتن الجزئیۃ جو روزمرہ گھربار میں کام آتے ہیں اس کی طرف اشارہ ہے۔ قولہ تعالیٰ ما اصابکم من مصیبۃ بما کسبت ایدیکم و یعفوعن کثیر۔

دوسرے قسم میں سے ہے۔ شعیب، لوط، صالح اور ہود علیہم السلام کی قوموں کا عذاب اور ثمود میں ناقہ ان کی شرارتوں کی ایک تمثال تھی۔ جب انہوں نے اسے قتل کردیا تو فساد پھیل گئے اور روانہ پذیر ہوگئے۔ تیسری قسم میں سے ہے دجال، اس لئے کہ نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی قوموں کے اعمال صحیفہ عامہ میں محفوظ تھے۔ اس کے بعد جب بنی اسرائیل کی سیئات بڑھ گئی اور یہ ایسا قبیلہ ہے کہ نوع انسان کا کلیہ تمثال ہے ان میں بہت سے ابنیاء مطلق اسم کے مظہر گزر چکے ہیں۔ ان میں سے وہ لوگ ہیں جو ہر زمانے میں حافظ اور قائم بالامر ہیں۔ تو اس قبیلہ نے اس بدعملی کو جو محفوظ تھی آگے کھڑا کردیا۔ یا اپنے پاؤں پر کھڑا کردیا اور وہ ساری شرارتیں مل کر ایک آدمی کی شکل بن گئیں، اس کے بعد تمام شرور قیامت

تک اس آدمی کو لاحق ہوتے جائیں گے۔ پھر جب یہ مرے گا تو فساد کا رواج ہوگا اور شر عام پھیل جائے گا اور قیامت آجائے گی۔ پس یہ راز ہے کہ نوح علیہ السلام نے بھی دجال کی خبر دی تھی اس کو اچھی طرح سوچو!

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ عالم حادث پیدا ہوا تو اس کی ضرورت کے لئے اس کے مقابلہ میں ایک عالم مجرد بھی پیدا کیا گیا جس میں ان کے اعمال اور اخلاق محفوظ رہتے ہیں تکوینی مسائل کے سمجھنے میں یہ مسئلہ ایک رکن عظیم تھا اور لوگ اس سے لمبی چوڑی غفلت میں بے پرواہ ہیں۔

تقدیر دو درجہ کی ہے ایک مبرم اور ایک معلق۔ معلق تو ایک ایک عین کی استعداد کے موافق ہے[1] اور اس کے حساب سے دعا اور تدبیر نفع دیتی ہے۔ اور مبرم تمام عالم کی استعداد کا نام ہے جب کہ ایک ہی دفعہ دیکھا جائے اور وہ کبھی متخلف نہیں ہوتی۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب (ماں کے رحم میں) نطفہ کو بیالیس راتیں گزرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک ملک کو بھیجتا ہے جو اسے صورت دیتا ہے۔ اور اس کے کان، آنکھیں کھال گوشت اور ہڈی کو استوار کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! یہ نر ہے یا مادہ ہے؟ اور پھر اللہ کو جو فیصلہ کرنا ہوتا ہے وہ کرتا ہے اور ملک لکھتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار اس کی عمر کیا ہے تو اللہ اپنی مشیت مطابق فیصلہ کرتا ہے اور ملک لکھتا جاتا ہے، پھر ملک اس کے ہاتھ میں صحیفہ لے کر نکلتا ہے تو اس کی عمر میں کوئی زیادتی یا نقصان نہیں ہوتا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا[2]

---

[1] مطلب یہ کہ اس میں نعلیت نہیں ہے۔

[2] اصل املاء میں متن حدیث موجود ہے لیکن ترجمہ نہیں دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح سے پہلے ایک مقدمہ ضروری ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ عین ثابتہ اگرچہ تمام جہات پر شامل ہوتی ہے، لیکن اس کے احکام میں سے اس قدر ظاہر ہوتے ہیں جو اس نشأت کے مناسب ہوں جس میں وہ عین ظاہر ہوئی (ہم نے نشأت کے لفظ کا ترجمہ عموماً موطن کیا ہے) تو یہ جو صوفیہ کے مذہب میں کہا جاتا ہے کہ جس چیز پر عین شامل ہے وہ ضروری ہے کہ ظاہر ہوگا، ہمارے نزدیک (یہ) کوئی قیمتی بات نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ عین کے احکام یہ آثار و اسماء ہیں ان چیزوں کے جو عین کے اندر بطور رکنیت کے محفوظ ہوں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ عین کے مظاہر میں اسی قدر ظاہر ہوں جس قدر استعدادات حادثہ اور معدات لاحقہ کا تقاضا ہو۔

اس کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ احکام ان آثار کا نام ہے جن پر عین مشتمل ہے ضرورت اطلاقیہ کی حیثیت سے (یعنی مطلق احکام کے ظاہر ہونے کے لئے خاص استعداد کا پیدا ہونا ضروری ہے) اس لئے ان احکام کا ظہور استعدادات حادثہ اور معدات لاحقہ پر موقوف ہوگا۔

اس طریقہ سے یہ بھی یاد رکھو کہ حکماء جب دعا کرتے ہیں اگرچہ وہ عین ثابتہ کے لئے مفصل ہی کیوں نہ ہو اتنی ہی ظاہر ہوتی ہے جس قدر علم کی روشنی شدید اس پر پڑتی ہے (اور یہ ایسا نہیں جیسا کہ کتاب نصوص سے متبادر ہوتا ہے)[1]

اور یہ بھی جان لو کہ بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کی صورت ان کے وجود میں آنے سے پہلے معین ہو چکی ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں بات نئی ہونے والی ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے اس عقدے کو حل کرنا چاہیئے جو اس حدیث سے پیدا ہوتا ہے (ترجمہ) اگر زمانہ میں سے صرف ایک دن ہی باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو اٹھائے گا جو دنیا کو عدل سے مالامال کرے گا جس طرح وہ ظلم سے پر تھی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

---

[1] اصل املا میں یہ ترجمہ چھوٹا ہوا ہے۔

اس میں مقصود یہ ہے کہ مہدی کا خروج تو ضروری ہے مگر اس کے نکلنے کا وقت معدات کی تفویض میں ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں جو ام حبیبہؓ کے لئے فرمایا تھا۔ لا تسئلی اللہ تعالیٰ ما قد فرغ منہ، واسئلیہ درجات الجنۃ (اس میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو پہلے معین ہو چکی ہیں اس میں سوال کرنے کا حکم نہیں یا گنجائش نہیں) تمہید ختم ہو گئی۔

اب ہم حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں جب جنین پر اتنی مدت گذر جاتی ہے اور اس کے بدن کے مختلف قوتوں کا مزاج متعین ہو جاتے ہیں تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس تجلی کے حساب سے جو اس فرشتے کے سینے میں ظاہر ہوتی ہے کہ یہ نر ہوگا اگر اس پر مرد کا پانی غالب ہے اور مادہ ہوگا اگر اس پر عورت کا پانی غالب ہے اور اس کے بعد جنین کی طبیعت میں جو شدت اور پختگی یا نرمی اور ضعف پیدا ہوتا ہے اس کا لحاظ کر کے اللہ کی وہ تجلی جو فرشتے کے سینے میں ہے معین کرتی ہے اس کے لئے عمر اور یہ اس طرح پر ہے کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک وزن مقرر ہے ایک وقت میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے پھر وہ اپنے کمال کے مدارج میں ترقی کرتی ہے پھر نیچے اترتی ہے پھر فنا ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے یہ وزن کلی طور پر ہر ہر نوع میں محدود کر دیا گیا ہے اور جزئی طور پر ہر ہر شخص میں مقرر ہو چکا ہے، نوع کے آئینہ میں منطبع ہوتا ہے۔

پس جس وقت ایک جنین کے لئے ایسی حالت میں عمر معین کی جاتی ہے تو یہ ایک اجل مسمی ہے جس کو وہ ضرور پہنچے گا اگر بواعث و موانع نہ ہوئے۔ عمر بڑھانے کے بواعث میں سے "بر" اور "صلہ" ہے یہ دونوں عمر بڑھاتے ہیں اور موانع میں سے ظلم اور قتل ہے یہ دونوں عمر کو کم کر دیتے ہیں۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اجل مسمی عندہ (اس کے پاس مدت مقرر ہے) پھر یہ بھی ساتھ فرمایا۔

فاتقوا اللہ واطیعون یغفر لکم من ذنوبکم

ویؤخرکم الی اجل مسمی[1]" اس سے اشارہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر تقویٰ اور اطاعت (عدل اور انتزاب) نہیں ہوگی تو اجل مسمی تک تاخیر بھی نہیں ہوگی۔
پھر کہا جاتا ہے کہ وہ سعید ہے یا شقی یہ آخرت کے حساب سے تعین ہوتا ہے اور یہ سعادت اعمال، اخلاق اور خاتمہ کو شامل ہوتی ہے۔ یہ سعادت اور شقاوت جو اس حالت میں لکھی جاتی ہے ایک امر کلی ہے اس کی تشخیص معدات سے ہوتی رہے گی۔ پھر لکھا جاتا ہے کہ وہ واسع الرزق ہے یا تنگ رزق والا ہے۔ اس جگہ تعین نہیں ہوسکتا مگر نوع کلی کے طور پر۔

یہ بھی جان لو کہ بعض امور تو بہت سہل ہوتے ہیں جو اسہل اسباب سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض صعب ہوتے ہیں وہ مشکل اسباب سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے اس حدیث کا معنی سمجھ میں آجائیگا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ ما ترددت فی شئی مثل ترددی فی العبد الصالح یکرہ الموت وانا اکرہ اسائتہ ولا بدلہ منہ "[2]

اس حدیث کے معنی ہمارے نزدیک اسمار کے تصادم کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر اسم الٰہی اپنے مظہر میں اپنے احکام کے ظہور کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندے کو چونکہ پیار کرتا ہے جیسے کہ وجاہت کے مسئلہ میں تفصیل سے سمجھوگے۔ تو اس محبت کی وجہ سے اور اس کی رائی کی موافقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ موت کو ناپسند کرتا ہے اور نوع انسانی کے لئے جو اہم

---

[1] اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو تاکہ وہ بخشے تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک مقررہ وعدہ تک۔

[2] (حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے کسی چیز میں تردد نہ ہوا جیسا کہ عبد صالح کے حق میں ہوا کہ وہ موت کو مکروہ جانتا ہے اور میں اس کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

عام شامل ہے اس کے حساب سے اس کی موت لازم ہے یؒ

دعن ابی سعید فیما رواہ البخاری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس ذات یوم علی المنبر جلسنا حولہ فقال - ان مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من زھرۃ الحیوۃ الدنیا وزینتھا فقال رجل یارسول اللہ او یاتی الخیر بالشر فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - فقیل لہ ما شانک تکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکلمك فرأینا انہ ینزل علیہ فمسح عنہ الرحضاء وقال این السائل وکانہ حمدہ فقال انہ لا یأتی الخیر بالشر، وان مما ینبت الربیع یقتل اویلم إلا آکلۃ الخضر اکلت حتی اذا امتدت خاصرتاھا استقبلت عین الشمس فثلطت وبالت ورتعت الی آخر الحدیث۔

اس سوال، جواب کی توضیح پوری تحقیق کے ساتھ فقط حکمت کے قاعدے پر پوری اترتی ہے - سوال کے معنی یہ تھے کہ اللہ کی وہ نعمت جو یقینی طور پر جمالیات کی تمثال ہے جلالیات کی موجب کیسے بنے گی؟ اور کیوں خوف کا سبب ہوتی ہے اس لئے کہ تمثال تو ذی تمثال کی صورت سے مطابقت رکھتی ہے - اور جواب کا مطلب یہ ہے کہ محال تو یہ بات تھی کہ جمال کی تمثال سے جلال کا پانی جوش مارنے لگے یہاں ایسا نہیں ہے "ہو خیر کلہ" (وہ سب خیر ہے) اور یہ حرص اور طمع یہ تو قابل میں ایک دوسرے کی تقاضا سے پیدا ہوا- کہ یہ اس کی تماثیل میں سے تھا- یا دوسرے کاموں کے سبب سے۔

ہماری جماعت حکماء کا یہی حکم ہے کہ وجود سارے کا سارا خیر ہے۔

لہ حضرت مولانا شہیدؒ نے اس کی تشریح تجلیات کے اشارے میں عبقہ ۹ میں تفصیل سے ذکر کی ہے۔ وہ اس مقام کی شرح ہو سکتی ہے - حاشیہ اصل

اس میں کسی قسم کا شر نہیں ہے اس لیئے کہ وہ تو منبع خیرات سے ظاہر ہوتا ہے، شر کا منشا عدمات کا جمع ہے امتزاجی صورتوں میں اور علم تخلیط میں۔ قال اللہ تعالیٰ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا (یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو بنایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں، نصاریٰ بناتے ہیں اور مجوسی بناتے ہیں)

اس حدیث کی شرح ایک مقدمہ کی محتاج ہے جاننا چاہیئے کہ صورت انسانیہ اپنی ذاتی تقاضا سے اس بدن عنصری میں ایک ہیئت مختصہ کا تقاضا کرتی ہے اس لئے وہ سبب ہے قد کا، صاف چمڑے کا، عریض ناخن والا، گول سر والا، بولنے ہنسنے والا رنگ اور شکل کو دیکھنے والا آوازوں کو سننے والا، بھوک اور پیاس والا ہوتا ہے اسی طرح کی اور بھی خصوصیات اسے نوع کی تقاضا سے لگ جاتی ہیں اور ایسا ہی صورت انسانیہ ذاتی طور پر تقاضا کرتی ہے ایک ہیئت مختصہ کا بدن نسمی میں پس ضرور ہے کہ اس کے لئے ایک خاص قسم کا غصہ ہو رضامندی ہو۔ عواقب امور کی تدبیر ہو، خفیات اسرار کا ادراک ہو۔ اتنی بات کو عام اور خاص سمجھتے ہیں اور خاص لوگ یہ جانتے ہیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قسم میں ایک درجہ عفت کا اور فراست کا تقرب بھی امانت رکھا ہے اور یہ دو چار چیزیں ایسی ہیں کہ تمام شرعیات اجمالی طور پر انہیں آجاتی ہیں اور ان خوبیوں کا بھر لور آنا قدس، اور ایمان کی طرف سے یہ تقرب الوجود کا تقاضا ہے اور یہ تخلیطی نشأت کا اثر ہے اور یہ اوصاف اس میں پورے طور پر موجود ہوں اور ان خصوصیات نوعیہ سے منسلخ ہونے کے بھی دو ہی سبب ہیں۔ پہلا سبب تو یہ ہے کہ مادے کے قصور کے سبب سے صورتیں جو اس پر فائز ہوئیں وہ بھی ناقص ہیں جیسے کہ تو دیکھتا ہے کہ بعض بچے مادر زاد اندھے اور بہرے پیدا ہوتے ہیں یا ان کو دم یا سونڈ ہوتی ہے اور اس قسم کے اور نقائص اسی

طرح وہ لذات میں لتھڑا ہوا رب کا منکر حقیقت السر سے جاہل پیدا ہوتا ہے اسی قسم کا بچہ تھا جس کو خضرؑ نے قتل کر دیا اور دوسرا سبب خارجی امور کا مانع ہونا جیسے کہ تو دیکھتا ہے کہ بعض آدمی ریاضت کے طور پر پانی پینا قطعاً چھوڑ دیتے ہیں یا ایسا مرض عارضی ہوتا ہے جس سے ان کی پیٹھ کبڑی ہو جاتی ہے، سر نیچے ہو جاتا ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔

اب حدیث کا مطلب واضح ہوگا یعنی اس طرح اس کو ماں باپ یہودی بنا دیتے ہیں پھر وہ اس چیز کا انکار کرنے لگ جاتا ہے اور اس کے علم میں ضروری رکھا گیا تھا۔

یہاں سے ضمنی طور پر دو بڑے قیمتی نتیجے ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ نظر اور استدلال کا طریقہ ایک ایسی بدعت ہے جس کو ناقص الخلقت انسانوں نے تجویز کیا ہے تصدیق انبیاء کے الہام باطنی (جو مزاج کے موافق ہو) سے ہوتی ہے جیسا کہ اہل کلام نے سمجھ رکھا ہے دوسرا مقدمہ کہ یہ بات بدیہات عاضرہ میں سے ہے لوگوں کے نزدیک جس کا اہل کلام انکار کرتے ہیں جیسے وجود، علم وغیرہ (یعنی باری کا وجود) اور علم لوگوں کے نزدیک بدیہات میں سے ہے وہ اپنی فطری مزاج سے اسکی تصدیق کرتے ہیں اہل کلام کی طرح وہ اس کے منکر نہیں ہیں۔

اللھم ربنا لك الحمد انت نور السموٰات والارض ومن فیھن، ولك الحمد انت قیام السموٰات والارض ومن فیھن ولك الحمد انت رب السموٰات والارض ومن فیھن ولك الحمد انت رب السموٰات والارض ومن فیھن۔